’’ہمارے لیے ہماری چھوٹی چھوٹی خوشیاں ہی سب کچھ ہیں‘‘

خانقاہ ہلیلہ کی مٹتی ہوئی روایت کو زندہ رکھنے والی آخری نسل کی کہانی

رپورٹ: ماہ نور سلیمی

خانقاہ ہلیلہ کے صحن میں اس وقت سناٹا اترتا ہے جب عشا کی اذان ختم ہو چکی ہو اور مہمان خانے کی آخری بتی بھی بجھا دی گئی ہو۔ اس وقت یہاں صرف ہوا کی سرسراہٹ سنائی دیتی ہے، یا پھر دور کسی کمرے سے کسی بچی کے دھیرے دھیرے پڑھنے کی آواز۔ یہ آواز اس روایت کی سب سے کمزور مگر سب سے ضدی کڑی ہے جو اب بھی اس چار دیواری میں سانس لے رہی ہے۔ اس کڑی کا نام ہے ’’خانقاہی نسل‘‘، یعنی وہ بچے اور بچیاں جو کسی مرید کے گھر میں نہیں بلکہ خود خانقاہ کے اندر پیدا ہوئے، پلے بڑھے اور آج بھی وہیں رہتے ہیں۔

اس نسل کی تعداد اس وقت 34 ہے۔ ان میں 19 لڑکے ہیں اور 15 لڑکیاں۔ سب سے بڑی 17 برس کی ہے اور سب سے چھوٹا ابھی 2 برس کا ہے۔ ان کے والدین میں سے کوئی نہ کوئی یا تو خانقاہ کے خادم ہیں، یا لنگر میں کام کرتے ہیں، یا پھر کسی ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو نسل در نسل اسی آستانے سے وابستہ رہا ہے۔ ان بچوں کے لیے باہر کی دنیا ایک دور کی خبر ہے، جبکہ اندر کی دنیا ان کا پورا گھر، پورا مدرسہ اور پورا کھیل کا میدان ہے۔

صبح کی شروعات فجر سے پہلے ہوتی ہے۔ جب باقی شہر ابھی نیند میں ہوتا ہے، خانقاہ کے صحن میں جھاڑو کی آواز گونجنے لگتی ہے۔ یہ ذمہ داری بھی انہی بچوں کی ہے۔ ہر روز دو بچے باری باری صحن، برآمدے اور وضو کی جگہ کی صفائی کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنی کتابیں اٹھاتے ہیں اور ایک بزرگ، جنہیں سب ’’بابا جی‘‘ کہتے ہیں، ان کو پڑھانے بیٹھ جاتے ہیں۔ بابا جی کا اصل نام کم ہی لوگ جانتے ہیں۔ وہ پچھلے 41 برس سے اس خانقاہ کے کتب خانے کے نگران ہیں اور بچوں کے لیے پہلے استاد بھی۔

پڑھائی کا نظام کسی سرکاری اسکول جیسا نہیں۔ یہاں کوئی امتحان نہیں، کوئی سالانہ نتیجہ نہیں۔ بابا جی ہر بچے کی رفتار دیکھ کر اس کے لیے الگ سبق طے کرتے ہیں۔ کسی کو صرف قاعدہ یاد کرنے میں مہینے لگ جاتے ہیں، کوئی دو ہفتوں میں پوری کتاب ختم کر لیتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ’’یہاں ہم نمبر نہیں دیتے، صرف یہ دیکھتے ہیں کہ بچہ کل سے آج کچھ بہتر ہوا یا نہیں۔‘‘ یہ جملہ سننے میں سادہ ہے، مگر اس کے پیچھے ایک پوری تربیتی فلسفہ کھڑا ہے۔

بچوں کی روزمرہ زندگی میں کھیل کا وقت بھی طے ہے، مگر وہ بھی عام بچوں جیسا نہیں۔ ان کے کھیل کے میدان میں کوئی جھولا نہیں، کوئی سلائیڈ نہیں۔ ان کے پاس صرف ایک پرانا فٹ بال، کچھ رسیاں اور خانقاہ کی پشت پر موجود ایک چھوٹا سا باغیچہ ہے جس کی دیکھ بھال بھی انہی کی ذمہ داری ہے۔ ان کے کپڑے بھی عام بچوں سے مختلف ہیں۔ لڑکے سفید کرتا اور شلوار پہنتے ہیں، لڑکیاں ہلکے رنگ کا دوپٹا اوڑھتی ہیں۔ یہ لباس کسی حکم کے تحت نہیں، مگر سب نے اسے اپنی مرضی سے قبول کر لیا ہے۔

تعلیم کے معاملے میں بابا جی کا رویہ کافی روایتی ہے۔ وہ قرآن، فقہ، تاریخ اور اخلاق پر زور دیتے ہیں۔ ان کے بقول ’’جو بچہ اپنے گھر کا نام روشن کرے گا، وہ تو ٹھیک ہے، لیکن جو بچہ پوری دنیا میں اپنے رب کا نام روشن کرے گا، اصل کامیابی اسی کی ہے۔‘‘ اسی لیے یہاں بچوں کو ڈاکٹر یا انجینئر بننے کی ترغیب نہیں دی جاتی، بلکہ ایک اچھا انسان بننے کی تلقین کی جاتی ہے۔ تاہم یہ بھی سچ ہے کہ کئی بچے اب باہر کی دنیا کے خواب دیکھنے لگے ہیں، اور یہ خواب ہی اس روایت کے لیے سب سے بڑا امتحان بن رہے ہیں۔

پچھلے سال خانقاہ کے دو لڑکے شہر کے ایک مدرسے میں داخلہ لینے گئے تو واپس نہیں آئے۔ وہاں انہیں موبائل فون، ٹیلی وژن اور ایسی کتابیں ملیں جن کا ذکر بابا جی کبھی نہیں کرتے تھے۔ ان کی واپسی کے بعد کئی دن تک بچوں کے درمیان یہ بحث چلتی رہی کہ باہر کی دنیا اچھی ہے یا بری۔ بابا جی نے اس پر کوئی لمبا لیکچر نہیں دیا، صرف اتنا کہا کہ ’’جو چیز دل کو اللہ سے دور کر دے، وہ چاہے کتنی چمکدار ہو، اس کی روشنی دھوکا ہے۔‘‘ یہ جملہ اب بچوں کے درمیان ایک طرح کا اصول بن چکا ہے۔

خانقاہ کی منتظمہ بی بی زاہدہ خانم کا کہنا ہے کہ اس نسل کو بچانے کی ذمہ داری صرف بابا جی پر نہیں، پورے ادارے پر ہے۔ ان کے مطابق ایک منصوبہ زیرِ غور ہے جس کے تحت خانقاہ کے بچوں کو ہر سال ایک ماہ کے لیے کسی دوسرے شہر بھیجا جائے گا تاکہ وہ اپنی دنیا کو بند کمرے سے نکل کر بھی دیکھ سکیں۔ ’’ہم انہیں قید نہیں رکھنا چاہتے، بس اتنا چاہتے ہیں کہ جب وہ واپس آئیں تو اپنی جگہ کو پہچان سکیں۔‘‘

شام کے وقت جب بچے اپنی اپنی کتابیں بند کر کے کھیل کے میدان کی طرف بھاگتے ہیں، تو صحن میں صرف بابا جی اور ایک خاموش بلی رہ جاتی ہے۔ بابا جی اپنی عینک اتار کر آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور شاید اس روایت کے مستقبل کے بارے میں سوچتے ہیں جو ان کے کندھوں پر ٹکی ہوئی ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ مطمئن ہیں، تو انہوں نے صرف اتنا کہا: ’’ابھی کچھ کہنا جلدی ہوگا، بچے ابھی بچے ہیں۔‘‘ یہ جواب سادہ ہے، مگر اس میں امید بھی ہے اور خوف بھی۔ شاید یہی اس نسل کی اصل کہانی ہے۔

ہلیلہ میں ہاتھی چوم رجسٹر کا آغاز، پہلے ہی دن 2 ہاتھی رجسٹر ہو گئے

ہلیلہ (نمائندہ خصوصی) 3 مارچ: ہلیلہ میونسپل کارپوریشن نے شہر میں ہاتھیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر ہاتھی چوم رجسٹر کا آغاز کر دیا ہے۔ پہلے ہی دن 2 ہاتھی رجسٹر ہو گئے۔ رجسٹر کا افتتاح میونسپل کارپوریشن ہلیلہ کے ایڈمنسٹریٹر ڈاکٹر نوید اقبال چغتائی نے کیا۔ پہلے ہاتھی کا نام ’’گل بادشاہ‘‘ اور دوسرے کا نام ’’نازو‘‘ درج کیا گیا۔ دونوں کے مالکان نے رجسٹریشن فیس ادا کی اور ہاتھیوں کی تصاویر بھی جمع کرائیں۔

ڈاکٹر نوید اقبال چغتائی نے کہا کہ ’’ہاتھی چوم ایک روایت ہے، لیکن بغیر رجسٹریشن کے ہاتھیوں کی تعداد بڑھنے سے ٹریفک اور صفائی کے مسائل پیدا ہو رہے تھے۔ رجسٹر کے ذریعے ہر ہاتھی کی عمر، صحت اور مالک کا ریکارڈ رکھا جائے گا۔‘‘ انہوں نے بتایا کہ رجسٹریشن کی فیس 5 ہزار روپے سالانہ مقرر کی گئی ہے۔ یتیم خانوں اور خیراتی اداروں کے ہاتھیوں سے فیس نہیں لی جائے گی۔

میونسپل کمیٹی کے مطابق رجسٹر کے اجرا کے بعد ہاتھیوں کے مالکان کو 15 نومبر تک ہر سال اپنے ہاتھیوں کی صحت کا سرٹیفکیٹ جمع کرانا ہوگا۔ اس کے بغیر ہاتھی کو چوم کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ہاتھیوں کے لیے مخصوص جگہوں پر ہی چوم کی اجازت ہوگی۔ ڈاکٹر نوید اقبال چغتائی نے کہا کہ ’’ہاتھی ہمارے ثقافتی ورثے کا حصہ ہیں، ہم انہیں ختم نہیں کرنا چاہتے، بس ان کے لیے ایک منظم نظام بنانا چاہتے ہیں۔‘‘

ہلیلہ میں ہاتھی چوم رجسٹر کا آغاز، پہلے ہی دن 2 ہاتھی رجسٹر ہو گئے

ہلیلہ (نمائندہ خصوصی) 3 مارچ: ہلیلہ میونسپل کارپوریشن نے شہر میں ہاتھیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر ہاتھی چوم رجسٹر کا آغاز کر دیا ہے۔ پہلے ہی دن 2 ہاتھی رجسٹر ہو گئے۔ رجسٹر کا افتتاح میونسپل کارپوریشن ہلیلہ کے ایڈمنسٹریٹر ڈاکٹر نوید اقبال چغتائی نے کیا۔ پہلے ہاتھی کا نام ’’گل بادشاہ‘‘ اور دوسرے کا نام ’’نازو‘‘ درج کیا گیا۔ دونوں کے مالکان نے رجسٹریشن فیس ادا کی اور ہاتھیوں کی تصاویر بھی جمع کرائیں۔

ڈاکٹر نوید اقبال چغتائی نے کہا کہ ’’ہاتھی چوم ایک روایت ہے، لیکن بغیر رجسٹریشن کے ہاتھیوں کی تعداد بڑھنے سے ٹریفک اور صفائی کے مسائل پیدا ہو رہے تھے۔ رجسٹر کے ذریعے ہر ہاتھی کی عمر، صحت اور مالک کا ریکارڈ رکھا جائے گا۔‘‘ انہوں نے بتایا کہ رجسٹریشن کی فیس 5 ہزار روپے سالانہ مقرر کی گئی ہے۔ یتیم خانوں اور خیراتی اداروں کے ہاتھیوں سے فیس نہیں لی جائے گی۔

ہاتھیوں کے مالکان کو 15 نومبر تک ہر سال اپنے ہاتھیوں کی صحت کا سرٹیفکیٹ جمع کرانا ہوگا۔ اس کے بغیر ہاتھی کو چوم کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ہاتھیوں کے لیے مخصوص جگہوں پر ہی چوم کی اجازت ہوگی۔ ڈاکٹر نوید اقبال چغتائی نے کہا کہ ’’ہاتھی ہمارے ثقافتی ورثے کا حصہ ہیں، ہم انہیں ختم نہیں کرنا چاہتے، بس ان کے لیے ایک منظم نظام بنانا چاہتے ہیں۔‘‘

ہلیلہ میں ہاتھی چوم رجسٹر کا آغاز، پہلے ہی دن 2 ہاتھی رجسٹر ہو گئے

ہلیلہ (نمائندہ خصوصی) 3 مارچ: ہلیلہ میونسپل کارپوریشن نے شہر میں ہاتھیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر ہاتھی چوم رجسٹر کا آغاز کر دیا ہے۔ پہلے ہی دن 2 ہاتھی رجسٹر ہو گئے۔ رجسٹر کا افتتاح میونسپل کارپوریشن ہلیلہ کے ایڈمنسٹریٹر ڈاکٹر نوید اقبال چغتائی نے کیا۔ پہلے ہاتھی کا نام ’’گل بادشاہ‘‘ اور دوسرے کا نام ’’نازو‘‘ درج کیا گیا۔ دونوں کے مالکان نے رجسٹریشن فیس ادا کی اور ہاتھیوں کی تصاویر بھی جمع کرائیں۔

ڈاکٹر نوید اقبال چغتائی نے کہا کہ ’’ہاتھی چوم ایک روایت ہے، لیکن بغیر رجسٹریشن کے ہاتھیوں کی تعداد بڑھنے سے ٹریفک اور صفائی کے مسائل پیدا ہو رہے تھے۔ رجسٹر کے ذریعے ہر ہاتھی کی عمر، صحت اور مالک کا ریکارڈ رکھا جائے گا۔‘‘ انہوں نے بتایا کہ رجسٹریشن کی فیس 5 ہزار روپے سالانہ مقرر کی گئی ہے۔ یتیم خانوں اور خیراتی اداروں کے ہاتھیوں سے فیس نہیں لی جائے گی۔

ہاتھیوں کے مالکان کو 15 نومبر تک ہر سال اپنے ہاتھیوں کی صحت کا سرٹیفکیٹ جمع کرانا ہوگا۔ اس کے بغیر ہاتھی کو چوم کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ہاتھیوں کے لیے مخصوص جگہوں پر ہی چوم کی اجازت ہوگی۔ ڈاکٹر نوید اقبال چغتائی نے کہا کہ ’’ہاتھی ہمارے ثقافتی ورثے کا حصہ ہیں، ہم انہیں ختم نہیں کرنا چاہتے، بس ان کے لیے ایک منظم نظام بنانا چاہتے ہیں۔‘‘